حضرت ایوب سختیانی کہتے ہیں "مارأیت اعلم منہ" یعنی زہری سے بڑھکر علم والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ خود زہری کا بیان ہے کہ "علم کیلئے جس قدر میں نے صبر کیا اور کوئی نہیں کرسکتا اور جسقدر میں نے علم کو پھیلایا اور کسی نے نہیں پھیلایا" نیز بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے قلب میں جو کچھ جمع کیا اس کو کبھی نہیں بھولا۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ "زہری کا دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے"

سعید بن مسیب بڑے جلیل القدر تابعی ہیں حضرت عمرؓ کی خلافت میں پیدا ہوئے نہایت فراغ علم ہیں۔ سعید بن مسیب کہا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلعم کے فیصلہ کا کوئی جاننے والا نہیں ہے اور نہ حضرت ابوبکر اور نہ حضرت عمرؓ کے فیصلوں کا کوئی جاننے والا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حسن بصری کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو سعید بن مسیب کے پاس لکھکر دریافت کرتے تھے، امام مالکؒ بیان فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب کے متعلق مجھکو یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہتے تھے میں ایک حدیث کے معلوم کرنے کے واسطے کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں برابر چلتا رہتا تھا (تذکرہ ص۵۲ ج۱) حضرت قتادہ بصری یہ علمار تابعین سے ہیں۔ بڑے غضب کا حافظہ تھا۔ خود قتادہ کا قول ہے کہ میں نے کسی محدث سے کبھی یہ نہیں کہا کہ حدیث کو مجھے دوبارہ سنائیے جو حدیث ایک مرتبہ سن لیتا ہوں دل میں یاد رہتی ہے۔ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ قتادہ سب سے زیادہ یاد کرنیوالے ہیں۔

الحاصل۔ دین اسلام امانت الٰہی قرآن وحدیث ان مذکورہ بزرگوں جیسے لاکھوں بلکہ کروڑوں مقدس و پاکباز ہستیوں کے سلسلہ اور واسطہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ مگر ہمیں افسوس اور رونا اس بات کا ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں اور سلف صالحین کے حالات سے ناواقف ہیں اور انکی سیرت، اسلامی خدمات، اتباع شریعت، اطاعت الٰہی اور دیگر اخلاق حمیدہ وشمائل حسنہ سے بے خبر ہیں جس کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کو یہ جرأت ہو رہی ہے کہ ہماری شریعت اور اس کی پاکیزہ تعلیم کی بیخ کنی پر کمربستہ ہیں۔ مخالفین ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، لیکن جب ہم خود اپنے بننے اور سنورنے کی سعی وکوشش کریں۔ آج ہماری یہ حالت ہے کہ لباس میں وضع میں طرز معاشرت میں اور دوسرے صدہا امور میں دوسری قوموں کے نقش قدم پر چلنے کی عادت ڈال لی ہے اور قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ برائے نام اسلام کا دم بھرتے ہیں پس سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر جذبۂ اسلام پیدا کریں اور اپنا رہبر قرآن وحدیث کو بنائیں یعنی اس پر عمل پیرا ہوں۔ اور عملاً سلف صالح کے نمونہ بنیں۔ دنیا اور دنیا کی تمام ترقیاں فانی ہیں ان کو ذرا بھی خاطر میں نہ لائیں"

قطعہ

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ✧ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

دارا وسکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ ✧ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

آئین جواں مرداں حق گوئی وبیباکی ✧ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(بال جبریل)

مذہب اور سائنس

(از مولوی عبد الغنی صاحب امرتسری متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

آجکل یہ ایک فیشن ہے کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اپنی بساط کے مطابق مناظر قدرت کی حکمت وماہیت بیان کرنے لگتا ہے۔ اگر اسے کچھ کامیابی نظر آتی ہے تو جھٹ خدا کی ذات کے متعلق قیاس آرائیاں کرنے لگتا ہے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو ایک ایسے بحر ظلمات میں پھینکدیتا ہے جسکی گہرائیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ عام طور پر اس قسم کی کاوشوں کا نتیجہ الحاد ہوتا ہے۔ یہ تمام فساد دراصل اس قدیم بحث کی وجہ سے شروع ہوتا ہے جسے ہم معرکۂ مذہب و سائنس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

انسانی دماغ فطرۃً اس قسم کا واقع ہوا ہے کہ اسے ہر شے کی کنہ اور حقیقت معلوم کرنیکے لئے ایک خاص قسم کی لو لگی ہوئی ہے۔ وہ ہزارہا برس سے اسی تگ ودو میں مصروف ہے کہ مناظر قدرت کو کس طرح مسخر کرے۔ اول اول جب انسانی دماغ نے اعلیٰ ارتقائی مدارج طے نہیں کئے تھے تو اس کے دل میں مناظر قدرت وہی حیثیت رکھتے تھے جو آج 'خدا کی ذات' ہمارے دلوں میں درجہ رکھتی ہے وہ ان طاقتوں کو ناقابل تسخیر سمجھ کر ان کی پرستش کرتا تھا اور اس طرح اسنے مذہب میں کثرت ارباب کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ زمانہ بدلتا گیا۔ انسان ترقی کرتا گیا اور جب ارتقائی مدارج ایک خاص حد پر پہنچ گئے تو توحید کا سبق شروع ہوا۔ اور مذہبی ترقی کامل ہوگئی۔ اب اگر کوئی انسان پھر ان ناقابل تسخیر طاقتوں کی کنہ اور حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو یقیناً اس پر گمراہی کا فتوی لگ جائیگا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے فعل کا مرتکب ہوگا جس کے عواقب ونتائج توحید کو نقصان پہنچائینگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذہب وسائنس کا جھگڑا کسی حد تک بجا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ اگلے پیراگراف میں اس پر روشنی ڈالی جائیگی۔ فی الحال اتنا تسلیم کرنا ضروری ہے کہ مذہب اور سائنس کی جنگ قدیم الایام سے چلی آرہی ہے۔ اور مذہبی پیشوا ہمیشہ مادہ پرست اصحاب کے خلاف علم جہاد بلند کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ انتہائی تعصب سے کام لیتے رہے ہیں اور انھوں نے کبھی حقیقت معلوم کرنیکی کوشش نہیں کی۔ عیسائیوں کے پادریوں نے تمام یونانی علوم وفنون کو فنا کر دیا اور ان علوم کی درسی کتابوں کو قسطنطنیہ کی ایک کوٹھڑی میں مقفل کر دیا گلیلیو (Galileo.) نے جب کرۂ ارضی کی حرکت محوری کے متعلق اپنا نظریہ پیش کیا تو تمام دنیائے عیسائیت میں ایک شور مچ گیا اور مذہبی عدالت کی طرف سے اسے سنگین ترین سزا کا حکم ہوا۔ اس قسم کی دیگر باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم سائنس میں کمال حاصل کرنا یکسر خلاف مذہبیت سمجھا جاتا تھا۔

اس سلسلہ میں سائنس اور مذہب کی ایک مختصر سی تعریف بیان کر دینا خارج از مبحث نہ ہوگا۔ سائنس کے لغوی معنی 'مطلق علم' کے ہیں۔ اصطلاح میں 'سائنس' ان علوم کیلئے استعمال ہوتا ہے جنھیں ہم 'نیچرل سائنسز' کہتے ہیں۔

یہ علوم مطلق مشاہدات اور تجربات پر بنی ہوتے ہیں۔ مثلاً طبیعات (Physics.) علم کیمیا (Chemistry.) علم الحیوانات (Biology.) وغیرہ۔ ان علوم میں قیاس کو بہت کم دخل ہے۔ مثلاً علم طبیعات میں ہم یہ تو فرض کر لیتے ہیں کہ مادہ کوئی شی ہے جس کا وجود عالم امکان میں پایا جاتا ہے لیکن اس کے بعد تمام نتائج عملی تجربات پر بنی ہوتے ہیں اور اب تو مادہ کی تحقیق بھی تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ غرض ان علوم میں کسی نتیجہ کے وجوہ قیاسی نہیں ہوتے بلکہ خالص عملی تجربات کے بعد معلوم کئے جاتے ہیں۔ یہ تجربات آئے دن نئی نئی تبدیلیاں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ ہر ماہر طبیعات نئے نئے کیمیاوی طریقوں سے تجربات کا مشاہدہ کرتا ہے اور نئے نئے نتیجے حاصل کرتا ہے۔ اس علم کو ہمارے جسم کے ساتھ تو ضرور تعلق ہے لیکن اس میں کوئی ایسا جزو موجود نہیں جو اس لطیف شے کی جسے ہم 'روح' کہتے ہیں تسلی کر سکے۔ یہ علم اخلاق سکھانے سے بالکل عاری ہے لہذا ہمیں ایک ایسے دستور العمل کی ضرورت ہے جو ہماری باطنی آلائشوں اور کدورتوں کو دور کر سکے اور ہمیں اس قسم کے افعال سکھائے جسمیں ہمارے اندر وہ جذبہ پیدا ہو جسے ہم 'روحانی مسرت' کہتے ہیں یہ ایک طویل بحث ہے جو مذہب کی ضرورت کے عنوان کے تحت میں مفصل بیان کی جا سکتی ہے۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ سائنس کی تمام ترقیوں اور ضرورتوں کے باوجود مذہب ایک لابدی چیز ہے۔ آؤ اب ہم غور کریں کہ آجکل مذہب اور سائنس میں کیوں زیادہ جھگڑا ہے اور اسے کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔

ہمارے سائنس کے مخالف اصحاب ایک بڑی فحش غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ لفظ سائنس اور فلسفہ کو ملتبس کر دیتے ہیں یونانیوں کے زمانے میں علوم کی باقاعدہ چھانٹ نہیں کی گئی تھی ایک فلسفی لازمی طور پر سائنسداں حساب دان اور منجم ہوتا تھا اور وہ کامل عالم نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ وہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل نہ کر لے یونان کے کسی بڑے حکیم کا نام لو وہ آپکو ہر فن مولا نظر آئیگا (مزید واقفیت کیلئے مقالات شبلی کی جلد اول و دوم کا مطالعہ کرنا چاہئے)۔

یونانیوں کے بعد ایک عرصہ تک علوم کی ترقی مسدود ہو گئی بالآخر خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں ان علوم کی تجدید شروع ہوئی۔ لیکن باقاعدہ کانٹ چھانٹ پھر بھی نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ ہمارے مکتبی علماء فلسفہ اور سائنس میں خاص امتیاز نہیں کرتے۔ موجودہ زمانے میں فلسفہ کا اطلاق۔ منطق۔ علم اخلاق۔ علم نفسیات اور تصوف پر ہوتا ہے۔ اور یہ ایسے علوم ہیں جن میں کافی قطع و برید کی جا سکتی ہے۔ ہر شخص اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔ اور اسی نظریے کی روشنی میں تمام انسانی افعال کا مطالعہ کرتا ہے۔ دراصل مذہب کا جھگڑا آجکل فلسفہ سے ہے سائنس سے نہیں۔ یہ دہریت اور اعتزال یورپ کے علم اخلاق پڑھانیوالوں کی تعلیم سے پیدا ہو رہا ہے۔ یہی وہ علم ہے جسمیں خدا کی ذات کی کنہ تلاش کی جاتی ہے جس سے بعد میں ناخوشگوار نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا ہمیں آجکل کے فلسفیوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے سائنسدانوں کا نہیں۔

اب ہم عام سے خاص کی طرف رجوع کرتے ہیں اور معلوم کرنیکی کوشش کرتے ہیں کہ آیا اسلام اور سائنس میں کوئی مناقشت ہے یا نہیں۔ جہانتک میرے علم نے میری رہبری کی ہے میں تو اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام اور